حرفِ سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

عہد مغلیہ میں صوفیا کی تبلیغی واصلاحی خدمات کا تحقیقی جائزہ

A research review of the preaching and reformation services of Sophia in the Mughal period

☆ **Qumer Aun Nisa**
M.Phill Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, Riphah University of Faisal Abad.
☆☆ **Dr. Hafiz Maqbool Ahmad:**
Associate Professor, Dept of Islamic Studies, Govt Graduate College Samnabad Faisalabad.
☆☆☆ **Muhammad Adnan:**
Ph. D Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, The Islamia Univeristy of Bahawalpur.

Abstract

Islam is not only combination of rituals like Slāt and Sawm (fast)but it equally emphasizes on the importance of social services. We find many examples in the teaching of the Holy Quran and Hadīth where the rights of people have been stressed. The life of Holy prophet (PHUH) is a role model in this regard. Sufis have adopted the social services as basic subject of their training course. In the contemporary social system, the scientific inventions and technology has brought the humans closer. The humans have become accustomed to lavish style of life. However, we also observe the lack of care and detachment towards the fellow humans. The spiritual system of Islam purifies and enlightens the inner self. When the heart is pure, the morals are ascended as well. When a person is drowned in the love of Allah and his Beloved Rasool Allah SAW, he is never selfish and greedy, rather he is the helper of humanity. This article is about theimpact and influence of Sufi masters on the people of the Subcontinent especially in the light of Mughlia,s Empires. The Sufis played a vital role in spreading the teachings of Islam in the Subcontinent. Therefore, for the larger public, the Sufi(saint, pir, Shaykh, murshid) was a source of religious authority and charismatic power. In this context, access to the personality and teachings of a Sufi shaykh was of significant interest to a wider populace. A lot of books comprising the teachings and preaching of Sufis were written. Some important examples of influence and impact of Sufis are being discussed in this article.

Key Words: Islam, Social Services, Love, Peace, Humanity, Islam, Sufism, Sufis, Harmony, Spiritual System, Monastic System, Basic Humanity, Pakistani Muslims, Lavish Style

صوفیائے کرام نے رشدوہدایت کے پیغمبری مشن کی پیش رفت اور تعلیم و اشاعت کا جو نظام قائم کیا، اس کو خانقاہی نظام کہا گیا ہے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اس سنت کی تجدید ہے جو آپ نے اصحابِ صفہ کی تعلیم وتربیت کے ذریعے قائم کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں مدینہ پاک میں مسجد نبوی میں اصحابِ صفہ کے لیے علیحدہ وقت مقرر ہوتا تھا۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وہ تربیت یافتہ قدسی النفس حضرات تھے جنہوں نے اپنی روحوں کو نورِ نبوت کی ضیا پاشیوں سے منور کر لیا تھا اور اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے بعد مرتبہ احسان کے باعث روحانی بلندی انہی کو نصیب ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے جانوروں کی کھال کا لباس زیب تن کیا ہوتا تھا اور یہ اصحابِ صفہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد مدینہ پاک سے مختلف علاقوں میں چلے گئے اور یہ اصحابِ صفہ ہی اسلام کے خانقاہی نظام کے اولین پروردہ تھے۔ دراصل صوفیائے کرام وہی علم دنیا میں پھیلاتے رہے جو آپ ﷺ نے اصحابِ صفہ کو تعلیم دیا تھا۔

خانقاہ کا مفہوم:

خانقاہ درویشوں اور صوفیاء کی جائے قیام وعبادت کے علاوہ مسیحی عبادت خانوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے تاہم اہل تصوف کے ہاں اس سے مراد صوفیاء کے قائم کردہ تربیتی مراکز ہی ہیں۔

> معروف معنوں میں خانقاہ وہ جگہ ہے جہاں راہب، صوفی اور درویش قسم کے تارک دنیا لوگ گوشہ نشینی اختیار کر کے عبادت وریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ خانقاہ عموماً کسی بزرگ کی قیام گاہ، قبر یا مزار پر بنائی جاتی ہے۔ لفظ خانقاہ دو الفاظ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

"خان" اور " قاہ" کا مرکب ہے۔ لفظ خان بمعنی بزرگ اور قاہ بظاہر فارسی لفظ گاہ سے بگڑا ہوا ہے ۔ جس کے معنی کسی زندہ بزرگ کی جائے قیام یا مردہ آدمی کے مزار کے ہیں۔"[1]

خانقاہ کو عربی میں رباط کہتے ہیں۔ رباط، رابطہ سے ہے۔ رباط اس چوکی کو کہتے ہیں جو سرحدوں پر حفاظت کے لیے بنائی جاتی ہے۔ عبد القاہر عبد اللہ سہروردی، عوارف المعارف کے تیرھویں باب (فی فضیلۃ سکان الرباط) کے تحت لکھتے ہیں:

بندہ زمین کی جس جگہ بھی اللہ کی عبادت کرتا ہے اس کی موت پر وہ زمین کا ٹکڑا روتا ہے۔ رباط اس لیے بنائی گئیں کہ اللہ کی اطاعت میں اپنے نفوس کو مربوط کیا جائے اور اللہ کی طرف مکمل رجوع کیا جائے۔ اس غرض سے درویشوں نے اجتماعی آفات معاشرہ سے بچنے کے لیے رباط کا رخ کیا جہاں مختلف الاعمر لوگوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ جس طرح رسول پاک ﷺ نے افراد کی تربیت کی تھی۔[2]

گویا خانقاہ ایک ایسی جگہ یا مقام ہے جہاں کچھ خاص اہل اللہ اپنے مخصوص اصولوں اور طریقوں کے مطابق اللہ تعالی کے دین کی تبلیغ واشاعت کا انتظام کرتے ہیں، اپنے متعلقین کی روحانی و باطنی، انفرادی واجتماعی اور معاشرتی و سماجی اصلاح اور تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں نیز دینی علوم وتربیت کا بندوبست بھی کیا جاتاہے اور سماجی خدمت کے تمام پہلوؤں کو بھی مد نظر رکھ کر غریبوں وناداروں کی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک ورہائش وغیرہ کا انتظام کیا جاتاہے۔

آغاز وارتقاء

جب امراء و حکمران طبقہ لہو و لہب اور مادیت پرستی میں اس قدر مشغول ہو گیا اور انہیں روحانیت سے کوئی تعلق نہ رہا تو ردعمل کے طور پر ایک طبقے میں گوشہ نشینی کی زندگی کا رجحان پیدا ہوا اور یوں خانقاہوں کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ جہاں ایک طبقہ ظاہری و باطنی آلودگیوں سے پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے مختلف ریاضتوں میں مشغول رہنے لگا۔[3]

اس کا مطلب ہے کہ اسلام میں خانقاہیت کا رجحان دیگر مذاہب سے صوفیاء کے خود اختیاری عمل کے ذریعے سے در آیا۔ اب ہم مختلف مذاہب میں خانقاہت کے آغاز و ارتقاء کا الگ الگ جائزہ لیں گے کہ کس طرح سے اس روایت نے مختلف مذاہب میں اپنی جگہ پیدا کی اور ارتقاء کی منزلیں طے کرکے ایک مضبوط ادارے کی شکل اختیار کی۔ برصغیر پاک وہند میں صوفیائے کرام نے جس خلوص وللّٰہیت سے کار دعوت کو انجام دیا اس کے یہاں کے عوام الناس پر نہایت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ علماء نے دلیلوں سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا اور صوفیاء نے مشاہدہ باطنی کے ذریعے سے اسلام کی صداقت واضح کی۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی تاریخ تصوف میں لکھتے ہیں:

لوگوں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ بشر حافی تو عالم دین نہیں ہیں پھر آپ ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ سے آگاہ ہوں مگر بشر حافی اللہ سے واقف ہیں، اس لئے ان کا مرتبہ میرے مرتبے سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے۔[4]

خانقاہی نظام کے علمی ودینی اثرات

بزرگان دین نے اپنی گفتار اور اپنے کردار سے ایک معیاری زندگی کا نمونہ پیش کیا۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا ان کا طریقہ کار تھا۔ عشق الٰہی میں وہ ایسے سرمست و سرشار تھے کہ ان کو اپنی ہستی کا پتہ نہ تھا۔ تسلیم ورضا، توکل وقناعت، امید وبیم، محبت واخوت، خلوص وخدمت، فقر وفاقہ، ایثار واستقامت ان کا شعار تھا۔ طالبوں کی طلب جب ان کو ان حضرات کے میخانے میں لاتی، وہ ان کو تائب کرکے آلائش دنیا سے پاک وصاف کر دیتے تھے۔ وہ جبر وتشدد کو ناروا سمجھتے تھے۔ محبت اور خلوص کے دلنشین ہتھیاروں سے غیروں کو اپنا کرتے تھے۔ وہ امیر شریعت تھے، جو پائے حقیقت تھے، صاحب نسبت، صاحب اجازت تھے، شمع شبستان ہدایت تھے، چراغ دودمان ولایت تھے۔ علم باطن اور علم ظاہر میں کامل تھے۔ مخلوق سے بے نیاز تھے، قومی اور نسلی امتیازات سے پاک وصاف تھے، مذہبی تعصّبات سے آزاد تھے۔ وہ اہل صفا تھے، ولی خدا تھے، عالم باعمل تھے، صاحب جود وکرم تھے۔ وہ شمس وقمر میں، جان وجگر میں، لعل وگوہر میں، شام وسحر میں تھے، برگ و

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامی، دانش گاہِ پنجاب (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، 1986)، 4:668۔

[2] سہروردی، شیخ شہاب الدین، عوارف المعارف، اردو ترجمہ: شمس بریلوی، مدینہ پبلیشنگ کمپنی، کراچی، 1977ء، ص104

[3] ظہیر، احسان الٰہی، التصوف، المنشاء والمصادر، ادارہ ترجمان السنۃ لاہور: 1986ء، ص44

[4] چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، تاریخ تصوف، دار الکتاب، لاہور: (سن)، ص140، 141

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

شجر میں، آتش نمرود میں، گلزار ابراہیم میں خدا کا جلوہ کار فرما دیکھتے تھے۔ان کی زندگی نکات طریقت کا دفینہ تھی۔ حقیقت و معرفت کا آئینہ تھی، وصول الی اللہ کا زینہ تھی، معرفت الٰہیہ کا سر چشمہ تھی۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب لکھتے ہیں:

غرض انہوں نے اپنی روحانی طاقت ، اپنے کردار اور اپنی گفتار ، اپنے ایثار اور اپنے خلوص اور رواداری سے ایک نئے سماج کی تشکیل کی ۔ "[1]

بر صغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ،ان کا جائزہ بالا اختصاریوں لیا جاسکتا ہے:

صوفیاء کرام نے دین اسلام کی تبلیغ اور صوفیانہ تعلیم پھیلانے کے سلسلہ میں دور دراز کے سفر کیے اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے بڑی جدو جہد کی، حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانی اور ان کے خلفاء اور حضرت معین الدین چشتی اجمیری اور ان کے خلفاء کی صحبت اور نظر فیض سے بے شمار غیر مسلموں نے دین اسلام قبول کیا۔ کئی لوگ ان بزرگوں کی صحبت میں رہ کر روحانی فیض سے مستفیض ہوئے۔ان بزرگوں کی تعلیمات کے اثر اور ان کی کوششوں سے اسلام بر صغیر پاک و ہند کے ہر علاقے میں پہنچ گیا۔ پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں کے مولف ڈاکٹر عبد المجید سندھی لکھتے ہیں:

"صوفیاء کرام نے عوام الناس سے رابطہ رکھا اور ان کی زبان سیکھ کر ان کی زبان میں ان سے گفتگو کی۔ اس زمانہ میں فارسی اور عربی علمی زبانیں تھیں۔ سرکاری زبان فارسی تھی۔ لیکن ان بزرگوں نے عوامی زبانوں میں شعر کہہ کر ان کو پیغام دیا۔ ان بزرگوں کی کوششوں سے ہی پنجابی، سندھی، سرائیکی اور پشتو زبانوں میں اعلیٰ ادب پیدا ہوا۔ "[2]

صوفیاء کرام کا زیادہ تر تعلق عوام الناس کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔ وہ عام لوگوں کے ساتھ گھل مل کر زندگی بسر کرتے تھے۔ عوام صوفیاء کرام کو عمل کا نمونہ پاتے تو ان کی دعوت و تبلیغ کا نہایت اچھا تاثر لیتے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

بر صغیر پاک و ہند میں تشریف لانے والے بزرگوں میں مشہور صوفی سید علی بن عثمان ہجویری کی تبلیغی مساعی نہایت قابل قدر ہیں۔ آپ نے اس کفرستان میں راوی کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا، وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے۔[3]

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے بارے میں طارق حبیب لکھتے ہیں:

ایک روایت کے مطابق تقریبا نوے لاکھ لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔[4]

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے احوال میں لکھا ہے کہ:

"خرقہ خلافت حاصل کر کے حسب اجازت پیر ملتان میں آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ بہت کچھ رجوعات خلائق ہوئی۔ "[5]

عقائد و نظریات

دائرہ اسلام میں داخل ہونے اور اس دین کو اپنی زندگی کے لائحہ عمل کے طور پر اپنانے کے لیے سب سے پہلے عقیدہ توحید ضروری ہے۔ یہ وہی عقیدہ ہے جس کی دعوت تمام نبیوں اور رسولوں نے دی۔ جس کی پاداش میں انہیں طرح طرح کی ایذاؤں اور صعوبتوں کا نشانہ بنایا گیا۔ توحید دین اسلام کی اصل و اساس ہے اور توحید پر دونوں جہاں کی فوز و فلاح کا دارو مدار ہے۔ اسلام میں توحید کو وہی مقام حاصل ہے جو انسانی جسم میں دل کو۔ اگر دل بیمار ہو تو جسم بیمار اور اگر دل تندرست ہو تو سارا جسم تندرست ہے۔ یہی نسبت عقیدہ توحید کو انسانی اعمال کے ساتھ ہے۔ دین کا سارا نظام توحید سے روشن ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"ذَٰلِكَ مِمَّآ أَوۡحَىٰٓ إِلَيۡكَ رَبُّكَ مِنَ ٱلۡحِكۡمَةِۗ وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ ۔[1]

---

[1] شارب، ڈاکٹر ظہور الحسن، دہلی کے بائیس خواجہ، تاج پبلشرز، دہلی: (2004)، ص 7

[2] سندھی، ڈاکٹر عبد المجید، سندھی، ڈاکٹر عبد المجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: (2000)، ص 27

[3] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، فتنہ انکار ختم نبوت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور: (س ن)، ص 22

[4] طارق حبیب (جنوری 1997ء تا ستمبر 1998ء)، حضرت خواجہ غلام نظام الدین کا خانقاہی پس منظر، سہ ماہی شبیہ، حضرت خواجہ غلام انظام الدین معظم آبادی نمبر جلد 2 7، شمارہ 21 تا 27، خوشاب؛ ص 14

[5] دہلوی، مرزا محمد اختر، تذکرہ اولیائے بر صغیر، ملک اینڈ کمپنی، لاہور: (س ن)، ص 553

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

"یہ ہدایات جنھیں بذریعہ وحی آپ کی طرف آپ کے رب نے بھیجا ہے دانائی کی باتوں میں سے ہیں اور (اے سننے والے !) نہ بناؤ اللہ تعالی کے ساتھ کوئی اور معبود ۔

حضرت معین الدین چشتی اپنے شیخ خواجہ عثمان کے حکم کے مطابق وارد ہند ہوئے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنایا۔ تو انہوں نے برصغیر کے مشرقی حصوں میں، جہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی، شرک وبت پرستی کے ڈنکے بج رہے تھے، پتھر مٹی کے ڈھیروں، گھر، درخت، گائے، بیل اور گوبر کو سجدے ہو رہے تھے۔ انہوں نے اس خطے کو نور اسلام سے منور فرمایا۔ ڈاکٹر روبینہ ترین برصغیر پاک و ہند میں کفر والحاد کی بیخ کنی اور توحید پرستی کی انہی کوششوں کا تذکرہ اس طرح کرتی ہیں:

"اسلام کی آمد سے قبل لوگوں نے اپنے اپنے عقائد و نظریات کے مطابق کئی خداؤں کے تصورات قائم کر رکھے تھے۔ انسانوں کی تفریق کے ساتھ ساتھ خداؤں کی تقسیم اور درجہ بندی بھی اس عہد کا دستور تھا۔ مسلمانوں (صوفیاء) کی آمد سے کفر والحاد کی اس سرزمین میں تہذیب و ثقافت، مذہب و معاشرت اور زبان وبیاں کے انداز میں نمایاں تبدیلی ہوئی"۔[2]

برصغیر کے مختلف گوشوں میں دس گیارہ صدیوں تک ہزاروں صوفیاء اور مبلغین نے اشاعت اسلام کے لیے کام کیا۔ نتیجتاً ہندوؤں کا فکری جمود ٹوٹ گیا، جاہلانہ ضعف الاعتقادی، اوہام پرستی اور شرک وانکار کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔[3]

جب ہم ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ :

انہیں فرقہ پوشوں نے لوگوں کو طاغوتی قوتوں، دیوتاؤں اور دیویوں کے چنگل سے چھڑا کر اللہ کی بارگاہ میں سربسجود کر دیا۔[4]

فرید احمد نوری لکھتے ہیں:

بہاؤالدین زکریا ملتانی جب اس دنیا فانی سے جانے لگے تو تمام ارادت مندوں کو بلا کر فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں اسی خدا کے لیے ہیں جو وحدہ لاشریک ہے"۔[5]

عقیدہ رسالت:

رسالت کا سلسلہ کیوں قائم کیا گیا؟ اس کی ضرورت کس لیے پیش آئی؟ اور اس پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟ ان مسائل پر جب غور کیا جاتا ہے تو نتیجہ تک پہنچنا چنداں مشکل نہیں، اس لیے کہ رسالت کے بغیر انسان اللہ کے احکام سے واقف نہیں ہو سکتا۔ رسالت پر ایمان لانا مومن و مسلم بننے کے لیے لازمی ہے کیونکہ رسالت ہی سے اللہ کی صحیح معرفت اور آخرت کا صحیح علم حاصل ہوتا ہے۔ عقیدہ رسالت کی اسی ضرورت واہمیت کے پیش نظر صوفیاء نے تبلیغ و مصالحت کے ساتھ ساتھ تحریر کے ذریعے بھی کوششیں کیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

قُلۡ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَۖ ۔[6]

آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالی کی اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ۔[7]

خواجہ معین الدین چشتی محبت رسول میں والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ حدیث نبوی بیان کرتے وقت اکثر رونے لگتے۔ فرماتے ہیں:

افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپ سے شرمندہ ہو گا اس کی جگہ کہاں ہو گی؟ جو آپ سے شرمندہ ہو گا وہاں کہاں جائے گا، یہ فرما چکے

---

[1] بنی اسرائیل، 39/17

[2] روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، بیکن بکس، ملتان، 1989ء، ص 535

[3] عبداللہ ملک، تاریخ پاک و ہند، قریشی پبلشرز، لاہور، 1991، ص 350

[4] سعد اللہ حافظ، صوفیاء اور حسن اخلاق، مکتبہ انوار مدینہ، لاہور، 1992ء، ص 93

[5] فرید احمد نوری، تذکرہ بہاؤالدین ملتانی، محکمہ اوقاف، لاہور، س ن، ص 98

[6] النور: 54/24

[7] النساء: 80/4

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

توڑ دے۔[1]

حضرت شیخ صدرالدین مریدوں کے لیے پہلی شرط یہ رکھتے کہ آپ ﷺ کی پیروی کرے، آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر اس پر ثابت قدم رہے۔ حضرت جلال الدین بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) سالک کے لیے رسول پاک ﷺ کی متابعت کو قرب کا ذریعہ بتاتے اور درویشوں کو نصیحت فرماتے:

کہ شریعت کا علم پڑھو، بدعت سے بچو اور سنت پر عمل کرو۔[2]

فقراء کی ایک بڑی جماعت بہاؤالدین زکریا کے ساتھ کھانے میں شریک تھی آپ نے ہر درویش کے ساتھ ایک ایک لقمہ کھایا۔ آپ نے ایک درویش کو دیکھا کہ روٹی شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے فرمایا:

"سبحان اللہ ان سب فقیروں میں یہ فقیر کھانا خوب جانتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ثرید کو کھانوں میں وہی فضیلت ہے جو مجھ کو تمام انبیاء پر۔[3]

حضرت خواجہ سرہندی، سید نور کے نام اپنے مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں:

اتباع سنت میں کوشش کرو، بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو، جس جگہ جو کام خلاف شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔[4]

علمی خدمات: تصنیفات وملفوظات

نظم ہو یا نثر ہر زبان میں صوفیاء کی تصنیفات، مقالات، ملفوظات اور رسائل و جرائد کثرت سے ہیں۔ جن میں تمام موضاعات کے حقائق وفروع کو شرح صدر اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ صوفیانہ تصنیفات وملفوظات نے لاکھوں انسانوں کو فضائل کے اختیار کرنے اور رزائل کو چھوڑنے پر مجبور کیا۔ صوفیاء نے اپنی تصنیفات میں اس چیز کو پیش نظر رکھا کہ انسان میں خشیت الٰہی پیدا ہو اور ان کا دل ہمہ وقت، استحضار ذات مقدس کا مستولی رہے۔

شیخ ابوالحسن علی ہجویری کی "کشف المحجوب".

شیخ مجدد الف ثانی کے "مکتوبات"

حضرت شاہ ولی اللہ کی "ہمعات، لمعات، فیوض الحرمین وحجتہ اللہ البالغہ"

ملفوظات کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں مشائخ کے تذکرے بھی لکھے گئے۔ ان کا آغاز محمد بن مبارک کرمانی کے تذکرہ "سیر الاولیاء" سے ہوتا ہے۔ پھر لطائف اشرفی (ملفوظات وحالات سید محمد اشرف جہانگیری سمنائی) میں ایک مستقل باب کے ذریعے تمام مروجہ سلاسل کے صوفیاء کے حالات لکھ کر متعارف کرایا گیا۔ جس سے پاکستان و ہند کی تاریخ میں عمومی تذکرہ نویسی کا آغاز ہوا۔ جس کا پہلا نقش مولانا اجمالی کی سیر العارفین کی صورت میں ابھرا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تو "اخبار الاخیار لکھ کر تذکرہ نویسی کے فن میں تبدل وتجدد اور تحقیق کی طرح ڈالی۔

ہندوستان کے صوفیاء ہمیشہ علم کے سرپرست اور پشت پناہ رہے۔ ان میں اکثر و بیشتر اعلیٰ علمی و ادبی ذوق رکھتے تھے۔ ہندوستان کی تعلیمی تحریک اور یہاں کی علمی چہل پہل بالواسطہ یا بلاواسطہ مشائخ طریقت کی سرپرستی وہمت افزائی کا نتیجہ ہے۔[5]

اس میں شک نہیں کہ قرون اولی کے مسلمان اہل درد اور صاحب سرور تھے۔ وہ گریہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی کی لذت سے آشنا تھے۔ ان کا غم اپنا غم نہیں، انسانیت کا غم تھا۔ اور ان کی تخلیقی استعداد قوت سے فعل میں آنے کے لیے بے قرار بھی رہتی تھی۔ لیکن وہ زمانہ اصل میں امت مسلمہ کے تنازع للبقاء اور معرکہ حق و باطل کا دور تھا۔

لہٰذا وہ اپنی ملی زندگی و تشخص کی بقاء واستحکام کی خاطر اپنی تخلیقی استعداد کو جہاد پیہم اور جہاد مسلسل پر لگانے پر مجبور تھے اور انہیں اس دور میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو فن و ادب میں لگانے کی فرصت نہ تھی اور نہ ہی ضرورت۔ لیکن دور ملوکیت میں تصوف کی تحریک جو معاشرے میں زیر آب رو کی طرح جاری تھی عالمگیر محبت واحسان کی صورت میں سطح پر ابھری۔ افراد معاشرہ کی جمالیاتی تخلیقی استعداد بڑی تیزی سے نشوو ارتقاء کرنے

[1] ابن شیخ، عبدالرحیم، سیر الاقطاب، تذکرہ خواجگان چشت، مترجم: معین الدین دردائی، نفیس اکیڈمی، 1972: ص41
[2] محمد ایوب قادری، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی، س ن، ص165
[3] قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے پنجاب، سلیمان اکیڈمی، کراچی، 1962، ص197
[4] فریدی نسیم احمد مکتوبات، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور 1977ء ص57
[5] ندوی، ابوالحسن علی، تزکیہ واحسان، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو، 1980، ص105

لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی ثقافت کا نخلستان فن و ادب کے رنگا رنگ کے سدا بہار سے مزین ہو کر گلزار جنت بن گیا۔ چونکہ تصوف اپنے سوز محبت سے مسلمانوں کی جمالیاتی تخلیقی استعدادوں کی نشو و نما تھی۔ اس لیے ان کی فنی و ادبی شاہکاروں میں تصوف کی روح محسوس و مشہور ہے۔[1]

اشاعت اسلام میں صوفیاء کا کردار:

ملت اسلامیہ پر کئی بار زوال و انحطاط کی گھٹائیں چھائیں لیکن ہر دور میں صوفیاء حق نے شاندار علمی، دینی اور تبلیغی کارنامے سر انجام دیے۔

ہندوستان، افریقہ، چین، جزائر شرق الہند، جاوا، سماٹرا، ملایا، نیوگنی اور فلپائن وغیرہ میں اشاعت اسلام کی ایک وجہ یہی صوفیاء تھے جو تبلیغ اسلام کے لیے تن تنہا و باجماعت مختلف ممالک میں آئے اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اسلام کے قریب لانے میں کوشاں رہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کے خیال میں ان بزرگوں کی تعلیمات کے اثر اور ان کی کوششوں سے اسلام برصغیر پاک و ہند کے ہر علاقے میں پہنچ گیا۔ سہروردیہ سلسلہ کا مرکز ملتان تھا لیکن اس کا فیض سندھ، پنجاب، بلوچستان، سرحد بلکہ افغانستان تک پہنچ گیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے مراکز اجمیر، پاکپتن اور دہلی تھے۔ اس سلسلے سے وابستہ بزرگوں نے مختلف علاقوں میں خانقاہیں قائم کیں۔ نقشبندی سلسلہ کی ابتداء سرہند سے ہوئی لیکن جلد ہی یہ سلسلہ نہ صرف برصغیر بلکہ عرب ممالک تک پہنچ گیا۔[2]

ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب "ارزش میراث صوفیہ میں رقمطراز ہیں:

کہ صوفیاء نے نہ صرف غیر مسلموں کو مسلمان کیا بلکہ اسلامی فرقوں اور مذاہب میں جو افراط و تفریط کا شکار تھے اعتدال کا احساس پیدا کیا۔ خاص طور پر آزادی خیال اور حریت فکر کی ترویج میں ان کا اثر و نفوذ قطعی طور پر ثابت ہے۔ این طائفه در تعدیل احساسات فرق و مذهب و در جلوگیری از افراط هائی رایج در ادوار گذشته و مخصوصا در تر و یخ آزادگی و تربیت فکر تا شیرو نفوذ قطعی داشته اند .... چنان که تاثیر وجود مشائخ چشتیه شطاریه و نقشبند به در نشر وبسط اسلام مین هندواں و اقوام مالذی به مراتب بیش از تاثیری بود که غازیاں سابق در ین موارد داشته اند ۔[3]

کپتان واحد بخش سیال بھی اسی نظریہ کی تائید کرتے ہوئے خانقاہی نظام کو اشاعت اسلام کا بہت بڑا ذریعہ قرار دیتے ہیں:

The process of spiritual training right from are prophet time continued throughout the ages and the net work of sufi "Khanqahs" went on spreading in the world in the geome - trical progressian and the tourch was kept burning by the multiplicity of deputies (Khalifa after khalifa).[4]

پروفیسر محمد اکرام شیخ، صوفیاء کے طریق تبلیغ کو موجودہ دور کے مبلغوں سے مختلف قرار دیتے ہیں:

انہوں نے اپنے آپ کو فقط غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے لیے وقف نہ کر رکھا تھا بلکہ ان کے دروازے ہر ایک کے لیے، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، امیر ہو یا غریب، کھلے ہوئے تھے۔ ان کا کام ہر ایک میں بلا تفریق کے رشد و ہدایت تھا۔[5]

پروفیسر لطیف اللہ کے خیال میں جذبہ جہاد کے مفقود ہونے کے بعد یہ صوفیاء ہی تھے جنہوں نے اشاعت اسلام میں اہم کردار ادا کیا:

ایسے زمانے میں جب کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا اور خلفاء و سلاطین کے ضعف و فتور کے باعث اشاعت اسلام کے لیے جہاد کی توفیق باقی نہ رہی تو صوفیاء نے اسلام کی اشاعت و ترویج کا اہتمام کیا۔[6]

ڈاکٹر محمد نفیس ابتسام ملتان اور سلسلہ سہروردیہ میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، اسلامی ثقافت، فیروز سنز لاہور، س ن، ص 637

[2] عبدالحمید سندھی، ڈاکٹر، سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1994، ص 28

[3] عبدالحسین زرین کوب، ارزش میراث صوفیہ، طہران، 1344ھ، ص 203

[4] Sial, wahid Bukhsh, Islamic Sufism, Bazm Itthad-ul-Muslimeen, Lahore, 1990, p 261

[5] شیخ، محمد اکرام، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور: 1979ء، ص 190

[6] پروفیسر، لطیف اللہ، تصوف اور سیرت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1990ء، ص 200

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حضرت بہاء الدین زکریا صدر جامعہ تھے۔ ان کے علمی مرتبے کے سامنے سارے چراغ ماند پڑ گئے تھے۔ اس درس گاہ سے فارغ السند علماء نے اپنے اپنے علاقوں میں دین شریعہ کی تعلیم شروع کی تو اعلیٰ تعلیم کے لئے آنے والوں کا دباؤ ملتان پر اور بڑھ گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دور دور سے آنے والے طلباء کے لئے ان کے ہم وطن اور ہم زبان استادوں کا بندوبست کرنا پڑا۔ یہ ایک بڑے حوصلے کا کام تھا۔ اس کے لئے آپ نے بڑی جانفشانی اور محنت سے ایسے استادوں کو یہاں اکٹھا کر لیا۔ دعوت دین کا کام وسیع ہو گیا۔ جاوا، ساٹرا، فلپائن، چین، بنگال، سراحق نے ملتان قیام کیا اور روحانی فیوض و برکات حاصل کیں۔"[1]

یوں حضرت بہاؤالدین زکریا نے اپنی تبلیغی کوششوں سے عوام الناس کے دلوں میں اللہ کی لو لگائی۔

معاشرتی اصلاح

زندگی کے اسرار و رموز کو سمجھنے اور جاننے کی انسان نے ہمیشہ تگ و دو کی ہے۔ کبھی وحی الہی پر بھروسہ کیا تو کبھی اپنی ناقص عقل کو عقل کل جانا۔ دوسری طرف کچھ لوگوں نے زندگی کی نفسا نفسی سے بیزار ہو کر اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانکا اور عقل و دانش کے موتیوں کو تلاش کر کے ایک لڑی میں پرو دیا۔ انسانی فطرت کو سمجھنے کی اسی جدوجہد میں ہی مختلف فلسفے اور ادیان وجود پذیر ہوئے۔ اس سلسلے میں اہم ترین اور بے شمار انسانوں کو متاثر کرنے میں خانقاہی نظام نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اس زاویہ فکر نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف معاشروں کو متاثر کیا اور اس حد تک مقبولیت حاصل کی کہ عوام و خواص کے اذہان کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو بدلنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ معاشرے میں رواداری، مساوات، خدمت خلق، عفو و درگزر، شفقت و تراحم اور دلجوئی و دلداری جیسے ماحول کو پیدا کیا۔ اعجاز الحق قدوسی کے بقول:

ارباب تصوف نے نہ تو شمشیر و سناں استعمال کی اور نہ ننگی تلوار لے کر اسپ تازی پر سوار منگولوں کی طرح ملکوں کو تباہ کیا۔ ان کا طریق سب سے الگ تھا۔ وہ محبت انسانیت، مساوات، رواداری، حسن اخلاق اور وسیع النظری سے لوگوں کے دلوں میں محبت اور سچائی کے جذبات پیدا کر کے ان کی زندگیوں کو کامیاب کر دیتے۔ اس لیے کہ ہر سچا انقلاب پہلے انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور بعد میں خارجی روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔[2]

اجتماعی معاشرتی زندگی پر صوفیاء کے انہیں اثرات کا جائزہ ڈاکٹر ظہور الحسن اس طرح لیتے ہیں:

"صوفیاء کے قانون حیات کے تمام باب اور ہر باب کی تمام دفعات کا مقصد و منشاء ایک ایسے سماج کی تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات و خوبیوں کو ممتاز و نمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت انسانیت، خدمت، ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم و رضا کی بالادستی کارفرما نظر آتی ہے۔[3]

اب ان بنیادی اقدار و روایات کا جائزہ لیتے ہیں جس پر کسی صحت مند معاشرے کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اگر یہ اقدار درست سمت میں کام کر رہی ہوں تو معاشرہ نہ صرف مستحکم ہو جاتا ہے بلکہ وہ دوسرے معاشروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

سماجی اصلاح و یکجہتی کے لیے صوفیاء کی خدمات:

اولیاء عظام نے اصلاح معاشرہ کے لیے جو سعی کی وہ کسی مدرسے میں بیٹھ کر نہیں اور کسی منبر پر کھڑے ہو کر نہیں بلکہ خانقاہوں اور حجروں میں بوریا نشین ہو کر، رشد و ہدایت سے دلوں کو عرفان کی ایسی روشنی بخشی جو پھیلتی گئی اور آج جہاں جہاں اخلاقی قدریں منور ہیں وہ انہیں ہستیوں کی روشن کردہ شمع کی مرہون منت ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے احوال میں مذکور ہے کہ:

آپ کی برکت سے عوام کا رجحان دینداری کی طرف بہت ہو گیا تھا۔ حضرت کے اکثر مرید دو تہائی یا تین چوتھائی رات تمام سال قیام اللیل میں گزارتے۔ عام لوگوں کی زبان پر بھی شراب و شباب، فسق و فجور، قمار بازی اور فحش حرکات کا ذکر نہ

---

[1] ابتسام، ڈاکٹر محمد نفیس، ملتان اور سلسلہ سہروردیہ، ترتیب و تدوین ڈاکٹر سہیل اقبال، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور: (1998ء)، ص 103،104

[2] اقبال احمد، تذکرہ صوفیائے سندھ، سٹی بک پوائنٹ کراچی، 2004ء، ص 5

[3] دہلوی، مرزا محمد اختر، تذکرہ اولیاء پاک و ہند، کلاں، فیس بکس، لاہور: (1989)، ص 9

آتا تھا۔ دوکانداروں میں جھوٹ، کم تولنا، مکاری، دغا بازی، دھوکا دہی اور نادانوں کا روپیہ مار لینا قطعی ختم ہو گئے تھے۔ "[1]

علامہ اخلاق حسین دہلوی لکھتے ہیں:

حضرت کے اکثر مرید تراویح کی نماز پڑھتے اور گھروں اور مسجدوں میں پورا پورا قرآن پاک سنتے تھے اور جو زیادہ پختہ ہو گئے تھے وہ جمعہ کی رات میں رمضان المبارک کی راتوں میں رات رات بھر جاگتے اور نمازیں پڑھتے رہتے تھے اور بہت سے ایسے تھے جو دو تہائی رات اور چوتھائی رات ہمیشہ ہی جاگتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور بعض بزرگ تو عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ "[2]

تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے:

عام لوگ یا دوسروں کی تقلید میں یا خود اپنے اعتقاد کی بنیاد پر عبادت اور بندگی کی طرف راغب ہو گئے تھے اور مرد اور عورتیں، بوڑھے اور جوان، سوداگر اور عام لوگ، غلام اور نوکر اور کم عمر بچے سب نماز پڑھنے لگے تھے۔ "[3]

لاہور کے مشہور بزرگ شاہ ابوالمعالی (م 1025ھ) کے حالات میں مذکور ہے:

حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کے بعد آپ گوالمنڈی کے علاقہ میں قیام پذیر ہوئے۔ لاہور میں آپ نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ خلق کثیر آپ کے ارادات مندوں میں داخل ہو گئی "[4]

نامور بزرگ حضرت سخی سرور برصغیر کے ان صوفیاء میں سے ہیں جن سے اللہ تعالی نے اشاعت اسلام کا کام وسیع پیمانے پر لیا۔ پروفیسر حامد خان حامد لکھتے ہیں:

آپ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے خلقت ٹھٹھ کے ٹھٹھ خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہو جاتی، بعینہ جیسے سلطان المشائخ حضرت خواجہ غلام نظام الدین اولیاء کی خدمت میں لوگ حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے۔ حضرت سخی سرور ہر آنے والے کا خیر مقدم کرتے اور اس کی ذہنی و روحانی تربیت کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے۔ آپ کے پاس آنے والوں کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا تھا۔ ہر ایک اپنی مراد لے کر واپس جاتا، نامرادی کا اسے کبھی منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ اس طرح آپ کی مقبولیت لوگوں میں روز بروز بڑھتی گئی۔ "[5]

مولوی جعفر علی فریدی برصغیر میں خانوادہ سہروردیہ کی تبلیغی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس خانوادے نے ہندوستان میں شریعت اور طریقت کی نہریں جاری کیں جن کے فیضان سے اہل ہند کی ظاہری اور باطنی طہارت ہوئی۔ انہی مشائخ نے وہ آبیاری کی جس سے شجرِ اسلام میں پھل اور پھول آئے، یہ خدمت دین ہے، یہی جماعت صوفیاء کا مطمع نظر ہے۔ ان حضرات سے سوء ظن رکھنا تنگ ظرفی ہے اور ان حضرات کے اسلامی کارنامے اور خدمات دینیہ کو نظر انداز کرنا بے انصافی ہے جو ظلم کے مترادف ہے۔ جو بدنصیب ان اہل اللہ سے بدگمان ہیں وہ خود اپنا زیاں کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحبت کے اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے۔[6]

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی صوفیاء کرام کی تربیتی مساعی کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

---

[1] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور: (1985ء)، ص 103

[2] دہلوی، علامہ اخلاق حسین، حضرت محبوب الٰہی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور: (1985ء)، ص 101

[3] برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، اردو ترجمہ از ڈاکٹر سید معین الحق، اردو سائنس بورڈ، لاہور: (2004)، ص 501

[4] ندیم، حافظ مختار احمد، حیات و تعلیمات حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوری، سہ ماہی معارف اولیاء، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور: (2003)، ج 1، شمارہ 5، ص 85

[5] حامد، پروفیسر حامد خان، تذکرہ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور: (2001)، ص 138

[6] فریدی، مولوی جعفر علی، مکتوبات عالیہ، مکتوب اور دربار عالیہ قادریہ فریدیہ، کراچی: (1985)، ص 30

مسلمانوں کے اخلاق حمیدہ کی تعلیم و تربیت انہیں بزرگان دین کے ذریعہ ہوئی۔ انہیں بزرگوں کے ذریعہ مختلف طبقوں میں اخوت، مساوات، رواداری، صلح جوئی، امن پسندی پیدا ہوئی اور صحت مند معاشرہ وجود میں آیا۔ امن و سلامتی کی فضا پیدا ہوئی۔[1]

مرزا محمد اختر دہلوی، خواجہ فخر جہاں دہلوی کے احوال میں لکھتے ہیں:

مشہور ہے کہ ایک بار کسی نے بیان کیا کہ اس شہر میں حرام بہت ہونے لگا ہے۔ خصوصاً نکھائیوں کا جو اڈہ ہے اس سے اور بھی زیادہ خرابی ہے۔ جس کے پاس دو پیسہ بھی ہوں وہ جا کر اپنا منہ کالا کر آئے۔ یہ سن کر حضرت کو خیال آیا کہ ایسا امر ہونا چاہیے کہ بندگان خدا حرام سے بچیں۔ آخر شام کے وقت سوار ہو کر نکھائیوں کے اڈہ میں آئے۔ وہ دیکھتے ہی سب جمع ہوئیں۔ قدم بوسی کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ پر جاؤ۔ جب وہ چلی گئیں، آپ الگ الگ ہر ایک کے مکان پر گئے۔ ان کا خرچ دریافت کیا۔ جو جس نے کہا، وہ اس کو دے کر فرمایا کہ آج فقیر تمہارا مہمان ہے۔ عرصہ دراز تک ان کو ہر روز روپیہ تقسیم فرمایا۔ آخر ایک مرید کو حضرت کا وہاں جانا معلوم ہوا۔ اس نے عرض کیا: وہاں جانے میں کیا بھید ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال آیا کہ بڑھیا جو طوائف ہیں ان کے پاس تو کوئی مال دار ہی آئے گا اور یہ اڈہ ایسا ہے کہ دو پیسہ کے واسطے وہ کم بخت بھی گنہگار ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی گنہگار کرتی ہیں۔ ان سے مخلوق خدا بچے تو بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ رنڈیاں سوا سو کے قریب تھیں، سب نے حرام سے توبہ کر کے نکاح کر لیا اور جس نے سب سے پہلے اٹھ کر قدم بوسی کی تھی وہ فقیر ہو کر نبی کریم ﷺ کے چوراہے پر جا بیٹھی اور سائل مجذوب ہوئی۔[2]

سید مسلم نظامی دہلوی حضرت بابا فرید کے احوال میں درج کرتے ہیں:

حضرت کی تعلیم و تربیت اور صحبت کے اثر سے جماعت خانہ کے ہر فرد میں ایک تبدیلی ہو جاتی تھی۔ وہ تبدیلی کیا تھی؟ اگر اس کو بہت مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کی خدمت میں آکر لوگوں کی موت وحیات صرف خدا کے لئے ہو جاتی تھی۔"[3]

اختر راہی، حافظ عبدالکریم (م1355ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

راولپنڈی اور گردونواح میں ان کی ذات سے سلسلہ نقشبندیہ کو کافی فروغ ہوا۔ ان کی تلقین وارشاد سے سینکڑوں افراد ذکر وفکر کی لذت سے آشنا ہوئے اور بہت سے بے نماز تہجد گزار بن گئے۔"[4]

اخوت و مساوات

صوفیاء کی خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ وگدا سب ہی بلا امتیاز چھوٹے اور بڑے، امیر وغریب یکساں حاضر ہوتے تھے۔ صوفیاء ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور ہر طرح سے ان کے کام آتے تھے۔ قبل از اسلام کی سب سے بڑی خرابی، ان کا طبقاتی اور غیر مساویانہ طرز زندگی تھا۔ اسلام نے ان امتیازات اور غلط طبقاتی تقسیم کو مٹا کر مساویانہ نظام قائم کیا۔ اسی نظام کو صوفیاء نے اپنی خانقاہوں میں قائم کیا۔ ڈاکٹر روبینہ ترین صوفیاء کی ہندوستان میں انہی کوششوں کو یوں خراج تحسین پیش کرتی ہیں:

" ایسا معاشرہ جہاں رسم و رواج کی بھرمار، ذات پات کی تمیز نخوت و تکبر کے جاہلانہ تصورات بام عروج تک پہنچے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہی جگہ رہتے ہوئے ایک دوسرے کو ملنے سے کترانے والے لوگ انہیں مشائخ کی کوششوں سے پیار و محبت، اخوت و یگانگت، مساوات و رواداری اور اتحاد و یکجہتی کی عملی تصویریں بن گئے۔ خانقاہوں کی تعلیم و تربیت کا بنیادی

---

[1] سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: (2000)، ص30

[2] دہلوی، مرزا محمد اختر، تذکرہ اولیاء پاک و ہند کلاں، فیس بکس، لاہور: (1989)، ص289

[3] دہلوی، سید مسلم نظامی، حالات زندگی فریدالدین مسعود گنج شکر، صوفیہ دارالاشاعت، پاک پتن شریف: (1978ء)، ص18

[4] راہی، اختر، تذکرہ علمائے پنجاب، مکتبہ رحمانیہ، لاہور: (1980ء)، ص325

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

مقصد ہی معاشرے کے تمام افراد کو آپس میں مل جل کر رہنے کی ترغیب دینا اور عالم اسلام کو وحدت و یگانگت کی لڑی میں پرونا تھا۔[1]

خانقاہ نشینوں نے بلا امتیاز رنگ و نسل تمام بنی نوع انسان کو اخوت، محبت، امن و آشتی اور انسانیت کا درس دیا۔ علامہ راغب الطباخ بھی ان کے بھائی چارے اور الفت و پیمان کے قائل ہیں۔ ہندوستان میں ذاتوں کی تقسیم کو اگر پیش نظر رکھا جائے جہاں کتے، بلی، مینڈک اور شودر کو مارنے کا کفارہ برابر تھا۔ ایسے ماحول میں انسانی مساوات اور وحدت کا پیغام جہاں ایک طرف انقلاب آفریں تھا تو دوسری طرف حیات بخش بھی تھا۔

پروفیسر لطیف اللہ کے خیال میں صوفیاء نے مسلمانوں میں برادرانہ تعلقات کی ترویج، حقیقی اخوت، مواساۃ اور ایثار کی روایت ڈالی۔([2]) عبید اللہ فلاحی، حضرت معین الدین چشتی کی ایسی ہی کوششوں کے معترف ہیں۔[3]

خدمت خلق

تاریخ اسلام میں صوفیائے حق نے شاندار علمی، دینی اور تبلیغی کارنامے سرانجام دیے۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات کی حقانیت کو قیل و قال کی بجائے اپنے عمل سے مبرہن کیا۔ ان کی پاکیزہ زندگیاں اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ ان کا وجود بنی آدم کے حق میں سراپا رحمت بن جاتا اور صحیح معنوں میں انکی خدمت کا اہل ہو جاتا۔ خدمت خلق کی جس قدر صورتیں ہیں خانقاہ نشینوں نے ان سب پر عمل کر کے دکھایا۔ ان کی زندگیاں خدمت خلق کے لیے وقف ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر عبد الحسین زرین کوب صوفیاء کو عوام سے مصیبتیں دور کرنے والا قرار دیتے ہیں:

مکرر در مصائب عام صوفیا با مردم همدردی می کرده اند و گاه فدا کاری[4]

صوفیاء اپنے مریدوں کو خلافت دے کر مرکزی جگہوں پر خدمت خلق کے لیے بھیجتے۔

صوفیاء کے ملفوظات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ایسی ہزاروں مثالیں مل جائیں گی کہ انہوں نے عام انسانوں فقیروں اور مسکینوں کے دکھ درد کو بانٹا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ کا حال ان کے خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ اس طرح بیان کرتے ہیں:

از پگاه تا شام خلق بیامدے، نماز خفتن ہم خلق برسید، اما خواہندہ، بیش ازاں بود کہ آرندہ و ہر کہ چیزے بیاور دے چیزے یافتے"۔[5]

حضرت فرید الدین کی خانقاہ کے دروازے بھی نصف شب تک کھلے رہتے تھے۔

ہیچ کس بخدمت ایشاں نیا مدے کہ اور چیزے نصیب نہ کردے۔[6]

شفقت و ترحم

صوفیاء مخلوق کے غم خوار اور شفقت و ترحم کے جذبات رکھنے والے تھے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی مجلس میں بوجہ تنگی جگہ کچھ لوگ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے باقی کو سمٹ کر بیٹھنے کا حکم دیا تاکہ دھوپ میں بیٹھنے والے لوگ بھی سائے میں بیٹھ جائیں اس لیے کہ ان کے دھوپ میں بیٹھنے سے آپ کا دل جل رہا تھا۔[7]

عفو و درگزر اور دشمن نوازی:

صوفیاء نے مخلوق خدا، کافر و مسلم ہر دو سے عفو و درگزر کے رویے کو اپنایا۔ جس کا معاشرتی ماحول کی خوشگواری پر بہت زیادہ اثر پڑا۔

حضرت نظام الدین اولیاء سے حاضرین میں سے ایک نے ذکر کیا کہ بعض آدمی جناب والا کو منبر پر اور دوسرے موقعوں پر برا بھلا کہتے ہیں۔ ہم

[1] ڈاکٹر، روبینہ ترین، ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، بیکن بکس، ملتان، 1989ء، ص 377

[2] پروفیسر، لطیف اللہ، تصوف اور سیرت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1990ء، ص 200

[3] فلاحی، عبید اللہ فلاحی، تاریخ دعوت و جہاد، فضل سنز لمیٹڈ، کراچی 1986ء، ص 76

[4] زرین کوب، عبد الحسین، ارزش میراث صوفیہ، طہران، 1344ھ، ص 304

[5] حمید شاعر، خیر المجالس (ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ) واحد بک ڈپو، کراچی، س ن، ص 257

[6] سنجری، امیر حسن، فوائد الفوائد، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء، (مترجم: خواجہ حسن نظامی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ط: 2005ء، ص 125

[7] سنجری، امیر حسن، فوائد الفوائد، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء، (مترجم: خواجہ حسن نظامی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ط: 2005ء، ص 205

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

سے سنا نہیں جاتا۔ آپ نے فرمایا میں نے سب کو معاف کیا تم بھی معاف کردو اور ایسے آدمی سے جھگڑا نہ کرنا،اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر دو آدمیوں کے درمیان رنجش ہو تو اس رنجش کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن کو عداوت سے خالی کرے۔ دوسرے کی طرف سے بھی آزار کم ہو جائے گا۔[1]

معاشی اقدار کا فروغ

صوفیاء نے جہاں مذہبی و معاشرتی حوالے سے معاشرے پر خوشگوار اثر بھی ڈالا وہیں پر معاشی زندگی میں بھی عوام الناس کی رہنمائی فرماتے رہے۔ لوگوں کو دنیا پرستی سے روکتے اور جائز و ناجائز اور حلال و حرام سے بے نیاز ہو کر مال جمع کرنے سے منع فرماتے تھے۔ معاشی زندگی پر صوفیاء کے مثبت اثرات کو مندرجہ ذیل پہلوؤں سے زیر بحث لایا جائے گا۔

1۔ کسب حلال　　2۔ فیاضی و سخاوت　　3۔ خدمت خلق　　4۔ کسب حلال

ڈاکٹر محمد نفیس ابتسام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے بارے میں مزید یوں لکھتے ہیں:

حضرت بہاء الدین زکریا نے ان علاقوں کا رجحان دیکھ کر یہاں سے دعوت حق و دین کے لئے مبلغین اور داعی تیار کیے۔ پر جوش نوجوان، جہاں دیدہ بزرگ، علاقوں کے رسم و رواج، زبان و ثقافت سے کما حقہ واقف، ان داعیان حق کو سوداگری کے لئے ان علاقوں میں روانہ کیا جاتا۔ اخلاق و عادات میں پاکیزہ، اسلامی عبادات و ریاضات سے عبارت اور مسجع یہ دائی جہاں بھی جاتے غیر مسلموں کو اپنا گرویدہ بنا ڈالتے۔ انہیں حضرت بہاء الدین کی ہدایت تھی کہ (1) سامان جائز اور کم نفع پر فروخت کریں (2) ناقص اشیاء نہ فروخت کریں (3) لین دین میں خالصتا اسلامی قدروں کی پابندی کریں (4) خریداروں سے خوش مزاجی اور خندہ پیشانی سے پیش آئیں (5) اعتماد میں لئے بغیر دعوت اسلام نہ دیں (۶) احسن طریقے سے دین اسلام کی تبلیغ کریں۔ دعوتِ دین کا یہ ایک موثر نظام تھا۔ حضرت بہاء الدین خود اس کام کی نگرانی فرماتے تھے۔ آپ سے فیض یاب ہونے والے احباب نے جگہ جگہ ، بستی بستی، قریہ قریہ ایسے مدارس قائم کیے۔ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کو شہہ نشینی حاصل تھی۔ ملتان، سندھ، بنگال، پنجاب، بلوچستان سارے علاقوں میں یہ نظام درس قائم ہو گیا۔ حضرت بہاؤالدین کے تربیت یافتہ افراد موتی کی لڑی کی طرح اس نظام میں پرو دیئے گئے تھے۔"[2]

فیاضی و سخاوت

صوفیاء نہ صرف کسب حلال کی تلقین فرماتے بلکہ اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کی بھی ترغیب دیتے۔

حضرت فریدالدین اگر کسی سے کچھ وصول کر لیتے تو راہ خدا میں تقسیم کر دیتے کہ جو کچھ بھی اور جتنا بھی اللہ کی راہ میں دیا جائے وہ اسراف نہیں ہے۔[3]

حضرت خواجہ بختیار کاکی کے جود و سخا کا یہ حال تھا:

کہ لنگر خانہ میں جو چیزیں تھیں فوراً تقسیم کر دیتے۔ جس روز کوئی چیز نہ ہوتی تو خانقاہ کے ملازم سے فرماتے اگر پانی ہو تو اسی کا دور چلاؤ کہ کوئی روز بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے۔[4]

حضرت بابا فریدالدین فرماتے ہیں:

کہ بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں کوئی دن ایسا نہ تھا، جس دن دس بارہ ہزار سے کم فتوح آئی ہو اور وہ اس کو اسی روز راہ خدا میں

[1] سنجری، امیر حسن، فوائد الفواد، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء، (مترجم: خواجہ حسن نظامی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ط: 2005ء، ص 163

[2] ابتسام، ڈاکٹر محمد نفیس، ملتان اور سلسلہ سہروردیہ، ترتیب و تدوین ڈاکٹر سہیل اقبال، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور: (1998ء)، ص 103،104

[3] صباح الدین، عبدالرحمٰن، بزم صوفیاء، دار المصنفین شبلی روڈ، اعظم گڑھ، 2011ء، ص 135

[4] صباح الدین، عبدالرحمٰن، بزم صوفیاء، دار المصنفین شبلی روڈ، اعظم گڑھ، 2011ء، ص 74

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

خرچ نہ فرمادیتے۔ایک پیسہ بھی شام تک باقی نہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں ایک پائی بھی رکھوں تو لوگ مجھے درویش نہ کہیں گے بلکہ مالدار کہیں گے۔[1]

خدمت خلق

مالی لحاظ سے تنگ دستی انسان کے ایمان واخلاق کے لیے ہمیشہ تباہی کا سبب بنی۔اسی لیے قرآن میں مال کو خیر سے تعبیر کیا گیا اور احادیث میں غربت و مسکینی سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔صوفیائے کرام کی خانقاہیں لوگوں کی مالی تنگ دستی میں ابر رحمت ثابت ہوئیں۔صوفیاء کرام کے دربار اور خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ و گدا ، چھوٹے، بڑے اور امیر و غریب یکساں حاضر ہوتے تھے۔صوفیاء کرام ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے اور ہر طرح سے عوام کے کام آتے تھے۔حضرت نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں صبح و شام تک خلق خدا کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا اور مانگنے والے نذرانے دینے والوں سے زیادہ ہوتے:

از پگاہ تا شام خلق بیامدے۔ نماز خلتن ہم خلق برسید اما خواہندہ بیش ازاں بود کہ آرندہ و ہر کہ چیزے بیا ورد ے چیزے یافتے۔[2]

حضرت نظام الدین اولیاء نے جمنا کے کنارے کنویں سے پانی کھینچنے والی عورت سے پوچھا کہ اری جمنا کا پانی کیوں نہیں دیتی تو اس نے جواب دیا وہ پانی بھوک بہت لگاتا ہے جبکہ میرا گھر والا غریب ہے۔اس پر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور خادم کو بلا کر ڈیوٹی لگائی کہ عورت سے معلوم کرو کہ ماہانہ خرچ میں کتنا گھاٹا رہتا ہے،اتنا خرچ اسے خانقاہ سے دے دیا کرو۔[3]

حضرت بابا فرید الدین کی خانقاہ کے دروازے بھی نصف شب تک ضرورت مندوں کے لیے کھلے رہتے تھے اور

" ہیچ کس بخدمت ایشاں نیا مدے کہ اور ا چیزے نصیب نہ کردے "[4]

نیز یہ بھی فرماتے تھے:

ہر کہ بر من می آید چیزے می آرد۔ اگر مسکینے بیاید و چیزے نیارد ہر آئینہ مرا چیزے بد و باید داد۔[5]

حضرت مخدوم جہانیاں جب دہلی تشریف لائے تو آپ کی خانقاہ میں حاجت مندوں کا ایک ہجوم لگا رہتا تھا۔آپ کے خادم ان کی حاجتوں کو لکھ لیا کرتے تھے اور ممکن حد تک پورا کرنے کی کوشش کرتے۔[6]

سیاسی خدمات

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ صاحب اقتدار طبقہ نے ہمیشہ باقی شعبہ زندگی کو متاثر کیا اور دوررس نتائج چھوڑے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کے فریضے کی ادائیگی

جب کبھی اظہار حق کی ضرورت پیش آتی۔ان کی زبان صدق پر بلا جھجک حق آجاتا تھا۔انہیں بزرگوں نے مسلمان فرمانرواؤں کو اسلام کے احکام کو مکمل طور پر فراموش کر دینے سے روکے رکھا۔جو اپنی طاقت و سطوت کے غرور میں یہ بھول گئے تھے کہ ان سے بھی بالاتر کوئی وجود ہے۔جو ان سے بھی ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ان بزرگوں نے ہر موقع پر انہیں یاد دہانی کرائی اور ایسے موقع پر بھی نہ چوکے جب خلفاء اپنے خوشامدیوں کے غول میں بیٹھے داد عیش دیا کرتے تھے اور کسی کو وہاں جرات نہ ہوتی تھی کہ خلیفہ کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ سکے۔

ہندوستان میں اکبر کے دور میں ساری سلطنت کا رخ الحاد ولادینیت کی طرف ہو گیا تھا۔ہندوستان کا عظیم ترین بادشاہ ایک وسیع طاقتور سلطنت کے پورے وسائل وذخائر کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا۔اس کو وقت کے لائق ترین اور ذکی ترین افراد اس مقصد کی تکمیل کے لیے حاصل تھے۔سلطنت میں ضعف و پیرانہ سالی کے کوئی آثار نہ تھے کہ کسی فوجی انقلاب کی امید کی جا سکے۔علم و ظاہری قیاسات کسی خوشگوار

---

[1] صباح الدین، عبدالرحمٰن، بزم صوفیاء، دار المصنّفین شبلی روڈ، اعظم گڑھ، 2011ء، ص 123

[2] حمید شاعر، خیر المجالس (ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ) واحد بک ڈپو، کراچی، س ن، ص 257

[3] حسینی، محمد اکبر، جوامع الکلام (ملفوظات بندہ گیسو دراز)، کانپور، 1356ء، ص 102

[4] سنجری، امیر حسن، فوائد الفوائد، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء، (مترجم: خواجہ حسن نظامی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ط: 2005ء، ص 125

[5] سنجری، امیر حسن، فوائد الفوائد، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء، (مترجم: خواجہ حسن نظامی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ط: 2005ء، ص 336

[6] سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، حیدر آباد، سن، ص 515

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

تبدیلی کے امکان کی تائید نہیں کرتے تھے۔اس وقت ایک درویش بے نوا نے تن تنہا اس انقلاب کا بیڑا اٹھایا اور اپنے یقین و ایمان، عزم و توکل اور روحانیت وللہیت سے سلطنت کے اندر ایک ایسا اندرونی انقلاب شروع کیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین اپنے پیش رو سے بہتر ہونے لگا یہاں تک کہ اکبر کے تخت سلطنت پر بالآخر محی الدین اورنگ زیب نظر آیا۔اس انقلاب کے بانی امام طریقت حضرت شیخ احمد سرہندی تھے۔[1]

حکمرانوں سے روابط اور ان کی اصلاح

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے بقول:

جہاں علماء بادشاہوں کی خوشامد کرنے کے لیے تاویلات میں مشغول تھے اس وقت صوفیاء بادشاہوں کو خوف خدا کا درس دیتے تھے۔[2]

صوفیاء کے اپنے دور کے حکمرانوں سے بڑے اچھے مراسم تھے۔انہیں وقتاً فوقتاً مشورے دیتے اور نصیحتیں فرماتے تھے:

یہ بزرگ اس بات کے بھی حامی تھے کہ مسلمانوں کی مرکزی حکومت زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور اس کے لیے مختلف طریقوں سے ہمیشہ کوشاں رہے۔التمش کے خلاف بغاوت ہوئی تو بہاؤالدین زکریا ملتانی نے ان کی پوری مدد کی...لودھی سلاطین میں سلطان سکندر لودھی حضرت شیخ سماء الدین کا مرید تھا اور انہیں بزرگوں کے زیر اثر پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا اور قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔[3]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دین دار اور بااثر امراءدربار کو خطوط لکھ کر ان کو حکومت کی اصلاح اور اس کا رخ بدلنے کی سعی پر ابھارنا شروع کر دیا۔اور خدا کے فضل سے وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے،ابوالفضل اور فیضی کے انتقال کے بعد دین دار اور بااثر امرائے سلطنت اکبر کے اور زیادہ قریب ہو گئے اور ان کی کوشش سے زندگی کے آخری لمحات میں اکبر از سر نو مسلمان ہو گیا تھا۔[4]

صوفیاء کے نقشبندی سلسلہ نے دربار اکبر کے راسخ العقیدہ امراء سے تعلقات استوار کرنے کی حکمت عملی اختیار کی تاکہ شہنشاہی بدعتوں کے اثرات کو زائل کیا جا سکے۔[5]

چشتیہ سلسلہ کے اکثر بزرگ، بادشاہوں کے دربار سے دور رہے البتہ بعض بزرگوں نے بادشاہوں کی اصلاح کے لیے ان پر توجہ دی اور مختلف علاقوں کے حکمرانوں سے تعلق رکھے۔ان کے اس طرز عمل سے مفید نتائج برآمد ہوئے۔مسلمان سلاطین کی اصلاح ہوتی تھی اور شرعی قوانین نافذ ہوتے تھے۔[6]

اٹھارھویں صدی عیسوی صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں بڑی اہم سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کا نشانہ تھا۔ایران میں انتشار و ابتری کا دور دورہ تھا۔ادھر مغلیہ سلطنت دم توڑ رہی تھی نئی نئی حکومتیں ابھر کر سیاسی فضا کو مکدر کر رہی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی سیاست اور سماج کی ساری بنیادیں ہمیشہ کے لیے ہل جائیں گی۔ایسے حالات میں ان بوریا نشینوں نے بادشاہوں کو ان کے گہوارہ عشرت میں بیدار کرنے کی کوشش کی۔[7]

نتیجہ بحث

مغلیہ دور حکومت میں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کا جو پودا پروان چڑھا اس کے پیچھے علماء اور صوفیاء کا اہم کردار تھا جس سے انہوں نے ایک طرف عوام میں کام کیا تو دوسری طرف اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے حکمرانوں کو بھی آمادہ کیا۔علماء اور صوفیاء نے اپنے اعلیٰ اخلاق اور روحانی طاقت سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا صوفیائے کرام نے انسانیت کا جو درس دیا وہ انسانی اخلاق کی معراج ہے ان کے نزدیک امیر غریب، چھوٹے بڑے، کالے گورے میں کوئی فرق نہیں تھا یہاں تک کہ انہوں نے ہندو مسلم،اور شیخ و برہمن میں بھی کوئی فرق نہ کیا۔صوفیاء نے ہندو مسلم ثقافت میں میل پیدا کر کے اسے فروغ دینے کی کوشش کی یہی وجہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم

---

[1] چشتی، پروفیسر یوسف سلیم: تاریخ تصوف، لاہور، دارالکتاب، طبع اول: 2009ء، ص 115

[2] چشتی، پروفیسر یوسف سلیم: تاریخ تصوف، لاہور، دارالکتاب، طبع اول: 2009ء، ص 142

[3] صباح الدین، عبدالرحمٰن، ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، 1958ء، ص 98

[4] قادری، احمد عروج، تصوف اور اہل تصوف، حراء پبلی کیشنز، لاہور، 1992، ص 114

[5] عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی کلچر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1997ء ص 279

[6] سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: (2000)، ص 30

[7] صباح الدین، عبدالرحمٰن، ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، 1958ء، ص 98

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔اسلام کی طرف غیر مسلموں کو جو رغبت ہوئی وہ صوفیائے کرام کے خلق کی بدولت ہوئی صوفیائے کرام نے بلاامتیاز رنگ ونسل تمام بنی نوع انسان کو اخوت، محبت، امن وآشتی اور انسانیت کا درس دیا۔